تبدیلی احکام پر اولیات عمرؓ سے استدلال اور اس کا تجزیہ

حافظ طاہر الاسلام

احوال وزمانہ کے تغیر سے شرعی احکام میں تبدیلی کے جواز پر استدلال کی ایک اہم اساس سیدنا عمر فاروقؓ کے وہ اقدامات ہیں جنہیں عموماً ''اولیات عمرؓ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ان اقدامات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ نے قرآن کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ کے احکامات سے مختلف طرز عمل اختیار فرمایا ہے۔چنانچہ اسی کو بنیاد بنا کر یہ کہا جاتا ہے کہ حالات وظروف یا مصلحت کی مناسبت سے شریعت کے منصوص احکام میں بھی تبدیلی کی جاسکتی ہے۔

ان مثالوں کو ان تمام حضرات نے پیش کیا ہے جو تبدیلی کے احکام کے قائل ہیں چنانچہ ڈاکٹر صبحی محمصانیؒ نے ''فلسفہ شریعت اسلام'' میں[۱] مولانا حنیف ندویؒ (متوفی ۱۹۸۷ء) نے ''اجتہادی مسائل' مسئلہ اجتہاد'' میں[۲] مولانا محمد تقی امینیؒ (متوفی ۱۹۹۱ء) نے ''احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت'' اور ''اجتہاد'' میں[۳] مولانا جعفر شاہ پھلواریؒ نے ''اجتہادی مسائل'' اور ''اسلام دین آسان میں''[۴] یعقوب شاہ (متوفی ۱۹۸۶ء) نے ''قوانین اسلامی کے نفاذ کا مسئلہ'' میں[۵] اور غلام احمد پرویز (متوفی ۱۹۸۵ء) نے ''شاہکار رسالت'' میں[۶] میں سیدنا عمر فاروقؓ کے ان اقدامات کا تذکرہ کیا ہے۔

ان کی اہمیت کے پیش نظر زیر نظر مقالہ میں ان کا تحلیل وتجزیہ پیش کیا جارہا ہے۔اس ضمن میں صرف انہی چند مثالوں کو زیر بحث لایا گیا ہے جن سے واقعتاً شرعی احکام میں تغیر کا تاثر ملتا ہے۔اس لیے کہ اولیات عمرؓ میں کئی امور ایسے ہیں' جو سیدنا عمرؓ نے نصوص شریعت کی عمومی تعلیمات کی روشنی میں جاری کیے اگرچہ شریعت میں صراحتاً ان کا ذکر موجود نہ تھا۔انہیں احکام میں تغیر وتبدل قرار نہیں دیا جاسکتا۔البتہ بعض معاملات ایسے ہیں کہ پہلے ان سے متعلق کوئی ہدایت موجود تھی لیکن آپؓ نے اس سے ہٹ کر طریق عمل اپنایا۔یہی درحقیقت ان حضرات کا مدار استدلال ہیں۔لہذا ذیل میں انہی کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

☆توکیل: جس تصرف کا خود مالک ہے غیر کو اس تصرف میں اپنے قائم مقام کردینا ☆

پہلا مسئلہ: عراق کی مفتوحہ زمینوں کو قومی ملکیت میں لینا:

غلام احمد پرویز صاحب تغیر حالات کے ماتحت فیصلوں کی تبدیلی کی مثالیں بیان کرتے ہوئے ''اختلافی فیصلے'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اور خلافت صدیقیؓ میں قانون یہ تھا کہ مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ فتح عراق کے وقت مال غنیمت میں کثیر مزروعہ زمینیں بھی ملیں۔ سابقہ قاعدے کے مطابق' مطالبہ ہوا کہ انہیں بھی سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جائے لیکن سیدنا عمر فاروقؓ نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ ان زمینوں کی پیداوار پر ساری امت اور آنے والے نسلوں کی پرورش کا دارومدار ہے اس لیے انہیں انفرادی ملکیت میں نہیں دیا جا سکتا۔ یہ اجتماعی ملکیت کی تحویل میں رہیں گی۔ کافی بحث وتمحیص کے بعد فیصلہ سیدنا عمرؓ کا برقرار رہا۔ یہ سابقہ قانون سے بڑا اہم اختلاف تھا''۷۔

اس کا تذکرہ مولانا محمد حنیف صاحب ندویؒ نے ''اجتہاد'' میں ۸ اور مولانا محمد تقی صاحب امینیؒ نے ''احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت'' ۹ میں بھی کیا ہے۔

تجزیہ استدلال:

اس سلسلہ میں بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا عہد رسالت م آب ﷺ میں مزروعہ زمینیں لازماً سپاہ میں تقسیم ہی کی جاتی تھیں یا اس کے علاوہ بھی کوئی صورت موجود تھی؟

زمینوں کی تقسیم متعین قانون نہیں:

ارباب علم ونظر کی رائے یہ ہے کہ ایسا کوئی قانون متعین نہ تھا' جس کی رو سے زمینیں لازمی طور پر مجاہدین میں تقسیم کی جاتی ہوں۔ بلکہ خود رسول اکرم ﷺ نے اس باب میں متنوع طرز ہائے عمل اپنائے۔ پھر آپ ﷺ کا ایسا کوئی حکم بھی موجود نہیں' جس کی بناء پر ایسا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہو۔

مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ (متوفی ۱۹۷۹ء) اسی نوعیت کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ کبھی نہیں فرمایا تھا کہ مفتوحہ زمینیں ہمیشہ مجاہدین میں تقسیم کی جاتی ہیں۔ اگر ایسا کوئی حکم حضور ﷺ نے دیا ہوتا اور سیدنا عمرؓ نے اس کے خلاف عمل کیا ہوتا تو آپ کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے حضور ﷺ کا فیصلہ بدل دیا یا پھر یہ دعوی اس صورت میں کیا جا سکتا تھا جبکہ سیدنا عمرؓ نے انہی زمینوں کو مجاہدین سے واپس لے لیا ہوتا جنہیں حضور ﷺ نے اپنے عہد میں تقسیم

کیا تھا، لیکن ان دونوں میں سے کوئی بات بھی پیش نہیں آئی۔ اصل صورت معاملہ یہ ہے کہ مفتوحہ زمینوں کو لازماً مجاہدین ہی میں تقسیم کر دینا سرے سے کوئی اسلامی قانون تھا ہی نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے مفتوحہ اراضی کے معاملے میں حسب موقع وضرورت مختلف مواقع پر مختلف فیصلے فرمائے تھے۔ بنی نضیر، بنی قریظہ، خیبر، فدک، وادی القریٰ، مکہ اور طائف کی مفتوحہ اراضی میں سے ہر ایک کا بندوبست، عہد رسالت ﷺ میں الگ الگ طریقوں سے کیا گیا تھا اور ایسا کوئی ضابطہ نہیں بنایا گیا تھا کہ آئندہ ایسی اراضی (مفتوحہ) کا بندوبست لازماً فلاں طریقے یا طریقوں ہی پر کیا جائے۔ اس لیے سیدنا عمرؓ نے اپنے عہد میں صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے اراضی مفتوحہ کا جو بندوبست کیا، اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں میں ردوبدل کی مثال نہیں قرار دیا جا سکتا۔''۱۰؎

اراضی سے متعلق رسول اکرم ﷺ کا طریق کار:

اراضی کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کے مختلف فیصلوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا مجیب اللہ ندویؒ (متوفی ۲۰۰۶ء) نے لکھا ہے:

''غیر منقولہ جائیدادوں میں قرآن کے دیئے ہوئے اختیار کے مطابق آپ ﷺ کا طرز عمل حالات ومصالح کے پیش نظر مختلف مواقع پر مختلف رہا۔ کبھی آپ ﷺ نے کسی جائیداد کے بعض حصے کو تقسیم کیا اور بعض کو اپنے اور اپنے اہل وعیال کی کفالت کے لیے مخصوص فرما لیا اور کسی جائیداد کو مہمانوں، مسافروں اور وفود کے اخراجات کے لیے خاص فرما دیا۔ غرض ضرورت ومصلحت کے مطابق آپ ﷺ اس میں تصرف فرماتے تھے اس لیے کہ قرآن کی ہدایت میں یہ وسعت موجود تھی۔''۱۱؎

اراضی سے متعلق نبی اکرم ﷺ نے مختلف اوقات میں جو طریق کار اپنایا۔ اس کا اجمالی تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

مدینہ میں سب سے پہلے اراضی آپ ﷺ کو انصار نے دی تھی۔ اس کو آپ ﷺ وقتاً فوقتاً ضرورت مند مسلمانوں کو زراعت وغیرہ کے لیے عنایت فرمایا کرتے تھے۔ بعد ازاں مہاجرین نے انہیں انصار کو واپس لوٹا دیا تھا۔ سیدنا انس بن مالکؓ کا فرمان ہے:

ان رسول اللہ ﷺ لما فرغ من قتال اهل خيبر، فانصرف الى المدينة، ردالمهاجرون الى الانصار منائحهم التى كانوا منحوهم من ثمارهم، ۱۲؎

''جب رسول اللہ ﷺ اہل خیبر سے جنگ کے بعد مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین نے انصار کو ان کے وہ عطیات واپس کر دیئے جو وہ انہیں پھلوں وغیرہ سے دیتے تھے۔''

غزوہ احد کے موقع پر ایک صحابی سیدنا مخریقؓ نے آپ ﷺ کو اپنے چھ ذاتی باغات ہبہ کر دیئے تھے۔اس آمدنی کو آپ ﷺ نے عام مسلمانوں کے لیے وقف فرما دیا تھا۔۱۳۔واضح رہے کہ مخریق یا محریق کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ مسلمان تھے یا یہودی۔مولانا مجیب اللہ صاحب ندویؒ کے بقول سیدنا عبداللہ بن سلامؓ کے بعد اسلام لائے تھے اور غزوہ احد میں زخمی ہو کر شہید ہو گئے تھے۔آپ ﷺ نے ان کے ایثار و قربانی اور خلوص کی بناء پر کہا: مخریق سائق یہود مخریق یہود کو اسلام کی طرف لانے والوں میں ہیں اور خود آگے جانے والوں میں ہیں۔''۱۴۔

جب یہود مدینہ بنی نضیر کی جائیداد آپ ﷺ کے قبضے میں آئی تو آپ ﷺ نے کچھ حصہ مہاجرین میں تقسیم کر دیا اور اس کا کچھ حصہ اپنے اہل و عیال کے لیے مخصوص فرما لیا۔اسی میں سے دین ضروریات اور جہاد کے سامان کی تیاری کے لیے مال خرچ کیا جاتا تھا۔سیدنا عمرؓ کا بیان ہے:

''فامابنو النضیر فکانت حبسالنو ائبه''۱۵۔

''بنو نضیر کی جائیداد ان دینی و دنیاوی ضروریات کے لیے مخصوص تھی جو آپ ﷺ کو پیش آتی رہتی تھیں۔'' بنو قریظہ کی جائیداد جب آپ ﷺ کے قبضہ میں آئی تو خمس نکالنے کے بعد آپ نے اس کو عام مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔امام زہریؒ (متوفی ۱۲۴ھ) کا کہنا ہے:

''اقسمها رسول اللہ ﷺ بین المسلمین علی السهام''۱۶۔

''بنو قریظہ کی جائیداد کو رسول اکرم ﷺ نے عام مسلمانوں میں حصہ کے مطابق تقسیم فرما دیا۔''

غزوہ خیبر کے موقع جو اراضی مسلمانوں کے زیر قبضہ آئی اسے رسول اکرم ﷺ نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔سنن ابوداؤد میں ہے:

(قسم رسول اللہ ﷺ خیبر نصفین نصفالنوائبه وحاجته ونصفابین المسلمین قسمهابینهم)۱۷۔

''رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی سرزمین کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا۔نصف حصہ ہنگامی اور اپنی دوسری ضروریات کے لیے رکھا اور نصف حصہ مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔''

خیبر کے بعد فدک اور وادی القری کی اراضی نبی اکرم ﷺ کے قبضہ میں آئی۔یہ بغیر جنگ کے حاصل

☆ ربوا: عقد کے وقت جو زیادتی مال کو مال کے بدلنے سے بلا عوض حاصل ہو ☆

ہوئی تھی اس لیے آپ ﷺ نے اس میں سے مخصوص مسلمانوں کو کوئی حصہ نہیں دیا بلکہ اسلامی حکومت کے سربراہ کی حیثیت سے اپنے قبضہ ونگرانی میں رکھا۔مگر اس کی ساری آمدنی مسافروں اور مہمانوں پر صرف فرماتے تھے۔فتوح البلدان میں ہے:

''وکان یصرف مایاتیہ منھاالی ابناء السبیل ''۱۸۔

''جو کچھ اس سے آمدنی ہوتی تھی اس کو آپ مسافروں پر صرف فرماتے تھے۔''

بعدازاں مکہ،طائف اور حنین فتح ہوئے لیکن کسی موقع پر بھی آپ ﷺ نے اراضی کو مجاہدین میں تقسیم نہیں فرمایا۔

تقسیم اراضی مسلم حکمران کی صوابدید پر ہے:

رسول اللہ ﷺ کے اس تمام ترمتنوع طرزعمل سے یہ اصول اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مفتوحہ اراضی کی تقسیم مسلم حکمران کی صوابدید پر ہے کہ وہ جہاں مصلحت وضرورت کا تقاضا دیکھے وہاں اسے استعمال کرے۔قرآن کریم سے بھی اسی تصور کی تائید ہوتی ہے اور نبی مکرم ﷺ کا طرزعمل بھی قرآن کی ہدایات ہی پر مبنی ہے۔چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے:

{مآافآء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل کی لایکون دولۃ بین الاغنیآء منکم ومآاتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب }۱۹۔

''جو کچھ اللہ تعالی نے دوسری بستی والوں سے رسول کو دلوایا ہے اس میں خدا کا حق ہے اور رسول کا حق ہے،اور قربتداروں اور یتیموں کا حق ہے اور غریبوں اور مسافروں کا حق ہے تاکہ وہ تمہارے چند دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کرنے لگے جو کچھ رسول تم کو دیں وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو روک دیں رک جاؤ اور اس بارے میں اللہ سے ڈرو۔اللہ تعالی سخت سزا دینے والا ہے۔''

اس کے بعد پھر فقراء ومہاجرین کا تذکرہ ہے اور پھر بعد میں آنے والوں کا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اموال اور جائیدادوں کی تقسیم میں یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ یہ محض دولت مندوں میں گردش نہ کرتی رہے اور دوسرے لوگ بالکل محروم نہ رہ جائیں۔

پھر یہ ہدایت کی گئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ جس طرح تقسیم کردیں اس پر راضی ہونا چاہئے کہ آپ

کو بحیثیت سربراہ ریاست یہ اختیار حاصل ہے کہ حسب ضرورت و مصلحت جیسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔

آخر میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ اس میں بعد میں آنے والے مسلمانوں کا بھی حصہ ہے۔ یہ صرف موجودہ مسلمانوں کا حصہ نہیں بلکہ تا قیامت آنے والے مسلمان اس میں شریک ہیں۔

انہی قرآنی ہدایات کی روشنی میں نبی اکرم ﷺ نے مختلف مواقع پر حسب مصلحت وضرورت مختلف طریق عمل اختیار فرمایا ہے۔

سیدنا عمرؓ کا استدلال:

چنانچہ سوادعراق کی تقسیم کے موقع پر سیدنا عمرؓ نے بھی درحقیقت قرآن کی اسی آیت کو مدار استدلال بنایا' جس کے تحت رسول اللہ ﷺ نے اراضی کے مختلف انتظامات فرمائے تھے۔ چنانچہ {کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم} ۲۰ سے استدلال کرتے ہوئے سیدنا عمرؓ کا کہنا تھا کہ

"لو قسمتها بينهم لصارت دولة بين الاغنياء منكم ولم يكن لمن جاء بعدهم من المسلمين وقد جعل لهم فيها الحق بقوله والذين جاء وا من بعدهم" ۲۱۔

"اگر میں اس اراضی کو اہل لشکر میں تقسیم کر دوں تو یہ سرزمین چند دولت مندوں کی جاگیر ہو کر انہی میں گردش کرتی رہے گی اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کو اس میں سے کچھ بھی نہ ملے گا حالانکہ اللہ نے ان کا حصہ بھی رکھا ہے' چنانچہ فرمایا ہے کہ "اور جو لوگ ان کے بعد آئیں۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا عمرؓ کا استدلال قرآنی ہدایات اور اسوہ رسول اللہ ﷺ کے عین مطابق مصلحت پر مبنی تھا۔ چنانچہ اس لیے تمام صحابہ کرامؓ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور اجماعی طور پر ان زمینوں کو تقسیم نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۲۲۔

لہٰذا اس سے یہ استدلال درست نہیں کہ سیدنا عمرؓ نے کسی منصوص حکم میں تبدیلی کی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سیدنا عمرؓ نے ایک مسئلہ سے متعلق متعدد منصوص احکام میں سے ایک حکم کا اطلاق کیا ہے۔

دوسرا مسئلہ: قطع ید کی منسوخی:

سیدنا عمرؓ کے جن اقدامات کو منصوص احکام میں تبدیلی کے جواز کے طور پر پیش کیا جاتا ہے' ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سیدنا عمرؓ نے چوری کی سزا قطع ید منسوخ کر دی تھی۔ جناب غلام احمد صاحب

پرویز عہد رسالت مآب ﷺ وعہد صدیقیؓ سے سیدنا عمرؓ کے اختلافی فیصلے گنواتے ہوئے چوتھے نمبر پر اس کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

''سیدنا عمرؓ نے قحط کے زمانے میں چوری کی سزا موقوف کردی۔''۲۳؎

مولانا محمد تقی امینیؒ رقمطراز ہیں:

''بھوک قحط کے عام ابتلاء میں قطع ید سے روک دیا جب کہ قرآن حکیم کی آیت

{والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما} ۲۴؎

''چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت' ان کے ہاتھ کاٹ دو'' عام ہے' جس میں کسی خاص صورت کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔''۲۵؎

مولانا محمد حنیف ندویؒ مولانا شاہ محمد جعفر پھلواریؒ ۲۶؎ نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

تجزیہ استدلال:

یہ واقعہ تاریخ کی تقریباً تمام معتبر کتابوں میں موجود ہے کہ سیدنا عمرؓ کے عہد خلافت میں ایک ہلاکت آفرین قحط بپا ہوا تھا اور جناب سیدنا عمرؓ نے زمانہ قحط میں 'حد سرقہ' پر عملدرآمد روک دیا تھا۔ امام ابن کثیرؒ (متوفی ۷۷۴ھ) کے حسب تصریح یہ قحط ۱۸ ہجری میں پڑا تھا۔۲۷؎

سیدنا عمرؓ کا چوری کی سزا یعنی قطع ید کے قرآنی حکم پر عملدرآمد کو روک دینے کا سبب اور وجہ کیا تھی؟ اور کیا اس سے یہ اصول اخذ کیا جاسکتا ہے کہ حاکم وقت کو تبدیلی حالات کی بناء پر منصوص شرعی احکام میں تبدیلی کا حق حاصل ہے' اس ضمن میں نکات ذیل پر غور کرنا ضروری ہے:

۱۔ قرآن کریم میں چوری کی سزا کے حکم کی نوعیت کیا ہے؟

۲۔ اقامت حدود خصوصاً حد سرقہ کے باب میں نبی اکرم ﷺ کا طرز عمل کیا تھا؟

۳۔ سیدنا عمرؓ نے یہ اقدام کن حالات میں اٹھایا تھا؟

ان نکات کے تجزیہ وتحلیل سے مسئلہ کی اصل حقیقت واضح ہوجائے گی۔

پہلا نکتہ: قطع ید کے قرآنی حکم کی نوعیت:

چوری کی سزا سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزآء بما كسبا}

☆بیع مزابنہ: کٹے ہوئے پھل کو درخت پر لگے ہوئے پھل کے بدلے اندازاً فروخت کرنا☆

''چوری کرنے والے مرد وعورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو یہ بدلہ ہے اس کا جوانہوں نے کیا۔''
یہ فرمان نقل اور ثبوت کے اعتبار سے توقطعی اوریقینی ہے'لیکن مفہوم ومراد کے پہلو سے اس میں کئی احتمالات موجود ہیں گویا یہ قطعی الثبوت اورظنی الدلالۃ ہے'لہذا اس عام حکم کی تخصیص وتقیید ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ چندحرفیت پسندارباب فقہ کوچھوڑکراہل علم کی عظیم اکثریت اسی کی قائل ہے۔مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین صاحب یوسف حفظہ اللہ تحریر کرتے ہیں:
''بعض ظاہری فقہاء کے نزدیک سرقے کا یہ حکم عام ہے'چوری تھوڑی سی چیز کی ہو یا زیادہ کی۔اسی طرح وہ حرز (محفوظ جگہ) میں رکھی ہو یا غیر حرز میں۔ہرصورت میں چوری کی سزا دی جائے گی۔جب کہ دوسرے فقہاء اس کے لیے حرز اورنصاب کوضروری قرار دیتے ہیں۔پھرنصاب کی تعیین میں ان کے مابین اختلاف ہے۔محدثین کے نزدیک نصاب ربع دینار یا تین درہم (یا ان کے مساوی قیمت کی چیز) ہے۔اس سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اسی طرح ہاتھ رسغ (پہنچوں) سے کاٹے جائیں گے۔کہنی یا کندھے سے نہیں۔جیسا کہ بعض کا خیال ہے''۔۲۸۔
واضح رہے کہ اس قرآنی حکم کی تخصیص وتقیید دیگرشرعی نصوص ہی کی بنیاد پر کی گئی ہے۔حاصل یہ ہے کہ مخصصات ومبنیات سے صرف نظرکرکے محض ظاہرآیت کی بناء پراس کامفہوم ومعنی متعین نہیں کیاجاسکتا۔حدسرقہ سے متعلق جزوی تفصیلات توبہت سی ہیں جوفقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں'لیکن یہاں ایک اہم پہلو کے بارے میں اشارہ ضروری ہے۔جس کاتعلق اگرچہ عمومی طور پرتمام ہی حدود سے ہے'لیکن مسئلہ زیربحث میں وہ بہت اہم ہے۔اس سے مقصودرسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے:
(ادراواالحدود عن المسلمین مااستطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبة)۲۹۔
''جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں سے حدود کو ہٹاؤ'اگرکسی کے لیے کوئی گنجائش پاؤ تواس کی راہ چھوڑ دو۔حکمران کا معافی میں غلطی کرنا'سزا دینے میں خطا سے بہتر ہے۔''
اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے: **(ادراواالحدود بالشبھات)**
لیکن یہ حدیث مرفوعاً ثابت نہیں ہے۔امام زیلعیؒ (متوفی ۷۶۲ھ) نے ان الفاظ کے ساتھ اسے غریب قرار دیا ہے۔۳۰۔
تاہم اس سے جواصول اخذ کیا جاتا ہے کہ شبہات کی بناء پر حدود ساقط ہوجاتی ہیں'وہ بہرآئینہ درست

☆ بیع سوم علی سوم وغیرہ: دوسرے شخص کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا۔(یہ ناجائز ہے) ☆

ہے کہ دیگر صحیح دلائل اس کے مؤید ہیں جیسا کہ اوپر بیان کردہ صحیح حدیث میں ہے مذکورہ حدیث تمام حدود کے لیے مخصص کی حیثیت رکھتی ہے۔

اسی حدیث کے پیش نظر علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شبہ موجود ہو تو حد نہیں لگائی جائے گی۔البتہ شبہ سے مراد کیا ہے اس باب میں ان کی آراء مختلف ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنے کا قرآنی حکم اپنے دامن میں عمومیت لئے ہوئے ہے،لیکن اس پر عمل کرتے ہوئے دیگر دلائل و براہین سے ثابت شدہ قیود و تخصیصات کو سامنے رکھنا ضروری ہے،جن میں سے ایک اہم قید یہ ہے کہ بوقت شبہ اس حد کا اطلاق و نفاذ نہیں کیا جائے گا۔

دوسرا نکتہ: اقامت حدود میں نبی اکرم ﷺ کا طرز عمل:

حدود کے نفاذ میں رسول اللہ ﷺ کا طریق کار یہ تھا کہ آپ ﷺ جہاں دوسروں کو شبہات کی بناء پر حدود کے نفاذ سے روکنے کی تلقین کرتے تھے بلکہ خود بھی ایسی صورت حال میں حد نہیں لگاتے تھے اور حتی الامکان شبہ کا فائدہ دے کر حد کو مؤخر کرنے کی کوشش کرتے تھے۔اسی طرح چوری کے سلسلہ میں آپ ﷺ نے یہ توضیح و تبیین بھی فرمائی کہ معمولی قسم کی اشیاء یا کھانے پینے کی چیزیں چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

ابوداؤد میں یہ واقعہ مرقوم ہے:

''ایک غلام نے کسی باغ سے کھجور کے چھوٹے پودے چرا کر اپنے آقا کے باغ میں لگا دیئے۔اصل مالک کو پتہ چلا تو وہ غلام کو پکڑ کر امیر مدینہ مروان کے پاس لے آیا۔مروان نے اسے قید کر کے ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کر لیا۔غلام کا مالک صحابی رسول سیدنا رافع بن خدیجؓ کے پاس گیا اور اس سے متعلق شرعی رہنمائی چاہی۔سیدنا رافعؓ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد سنایا: (لاقطع فی ثمر ولا کثیر) ''پھل اور کھجور کے شگوفے کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔'' اس نے عرض کیا کہ آپ مروان کے پاس جا کر یہی حدیث سنا دیں۔سیدنا رافعؓ نے ایسا ہی کیا۔چنانچہ مروان نے اس غلام کو چھوڑ دیا۔''۳۱

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ سے درختوں میں لگے ہوئے پھلوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے جواب دیا:

(من اصاب بفیه من ذی حاجة غیر متخذ خبنة فلاشیء علیه ومن خرج بشیء منه فعلیه

☆ بیع مساومہ: خرید کردہ قیمت کا اعتبار کیے بغیر کسی شے کو فروخت کرنا ☆

غرامةمثليه والعقوبة'ومن سرق منه شينا بعدان يؤويه الجرين'فبلغ ثمن المجن 'فعليه القطع'ومن سرق دون ذلك فعليه غرامةمثليه'والعقوبة)۳۲۔

اگربھوک سے مجبور ہوکر کوئی شخص کھانے پینے کی چیز چرالیتا تو نبی اکرم ﷺ اسے سزا نہ دیتے تھے۔قبیلہ بنی غبر کے ایک صحابی سیدنا عبادہ بن شرحبیلؓ کہتے ہیں:

''ہمارے علاقے میں قحط پڑگیا تو میں بھوک سے مجبور ہوکر مدینہ کے ایک باغ میں گھس گیا اور وہاں سے کچھ خوشے توڑ کر کھالیے اور کچھ اپنے کپڑے میں باندھ لیے۔اتنے میں باغ کا مالک نکلا۔اس نے مجھے مارا اور میرا کپڑا بھی چھین لیا۔میں رسول اللہ اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سارا قصہ ذکر کیا۔آپ ﷺ نے اس باغ کے مالک سے فرمایا:(مااطعمته اذا كان جائعااو رساغباو لاعلمته اذا كان جاهلا)''اگر یہ بھوکا تھا تو تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا اور اگر یہ نادان تھا تو اسے تو نے تعلیم نہیں دی۔''بعدازاں اسے کپڑا واپس کرنے کا حکم دیا اور سیدنا عبادۃؓ کو ایک نصف وسق غلہ دینے کا حکم دیا۔''۳۳۔

نگہ بازگشت:

حد سرقہ سے متعلق قرآنی ہدایت اور رسول معظم ﷺ کے طریق کار سے درج ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

۱۔چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم عام ہے جس کی تخصیص وتقییدا حادیث وسنت میں ہے۔

۲۔قرآنی حکم پر عمل کرتے ہوئے اس کے مخصصات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

۳۔شبہ کی صورت میں حدود ساقط ہوجاتی ہیں۔

۴۔نبی اکرم ﷺ نے چوری کا ایک نصاب مقرر فرمایا ہے'جو اگر پورا نہ ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔اسی بناء پر کھانے پینے اور معمولی نوعیت کی اشیاء میں نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ نہ کاٹنے کی تلقین کی ہے۔

۵۔اگر کوئی شخص بھوک سے مجبور ہوکر کھانے کی کوئی شے چرالیتا ہے تو اس پر حد سرقہ لاگو نہ ہوگی۔

تیسرا نکتہ:حد سرقہ سے متعلق اقدام فاروقی کا پس منظر:

مندرجہ بالا امور ذہن میں رکھتے ہوئے اب ایک نظران حالات پر بھی ڈال لینی چاہیے جن میں سیدنا عمرؓ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کی سزا پر عملدرآمد روک دیا تھا۔جیسا کہ پہلے بیان ہوا عہد فاروقی

ؓمیں سن ۱۸/ہجری میں ایک انتہائی آفرین قحط بپاہوا تھا جس سال قحط پڑا اسے ''ع ا م الرمادۃ'' کہا جاتا ہے۔اس قحط نے پورے جزیرہ عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور اس کا سلسلہ تقریبا نو ماہ تک جاری رہا۔

'عام الرمادۃ' کی وجہ تسمیہ:

اس قحط کی ہلاکت خیزی ہی کی بناء پر اس کا نام ''عام الرمادۃ'' رکھا گیا جس سال میں یہ قحط بپا ہوا تھا۔''الرمادۃ'' رمد سے نکلا ہے جس کی معنی ہلاک کرنے کے ہیں۔راکھ کو ''الرمادۃ'' کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن اثیرؒ (متوفی ۶۳۰ھ) نے لکھا ہے:

''وقیل سمی بہ لانھم لما اجدبوا صارت الوانھم کلون الرماد''۳۴؎

''کہا جاتا ہے کہ اس سال کا نام ''عام الرمادۃ'' اس لیے رکھا گیا ہے جب لوگ قحط کی زد میں آئے تو ان کے رنگ راکھ کی مانند ہو گئے۔''

علامہ عینیؒ (متوفی ۸۵۵ھ) اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سمی العام بھا لما حصل من شدۃ الجدب فاغبرت الارض من عدم المطر''۳۵؎

''اس سال کا نام ''عام الرمادۃ'' رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ جب قحط اور خشک سالی کی شدت ہوئی تو زمین میں ہر طرف گرد وغبار اور خاک اڑنے لگی کیونکہ بارش نہیں ہو رہی تھی۔''

امام ابوعبید الھرویؒ (متوفی ۸۳۸ھ) ''عام الرمادۃ'' کی وجہ تسمیہ یوں بیان کرتے ہیں:

''انما سمی الرمادۃ لان الزرع والشجر والنخل وکل شئی من النبات احترق مما اصابتہ السنۃ فشبہ سوادہ بالرماد''۳۶؎

''اس برس کو 'الرمادۃ' اس لیے کہا گیا ہے کہ کھیت' درخت' باغات غرضیکہ زمین سے اگنے والی ہر شے قحط کی بناء پر جل کر رہ گئی تھی لہذا اس کی سیاہی کو راکھ سے تشبیہ دی گئی ہے۔''

زمانہ قحط میں لوگوں کی حالت:

اس قحط نے لوگوں پر کیا قیامت ڈھائی' اس کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

''کان عام الرمادۃ فی آخر سنۃ سبع عشرۃ واول سنۃ ثمانی عشرۃ اصاب اھل المدینۃ وما حولھا جوع فھلک کثیر من الناس حتی جعلت الوحش تاوی الی

الانس"۳۷

"عام الرمادۃ ۱۷ ہجری سے آخر اور ۱۸ھ کے آغاز میں تھا اس زمانے میں اہل مدینہ اور ارد گرد کے لوگ قحط کی زد میں آئے جس کی شدت سے بہت سے لوگ لقمہ اجل بن گئے۔ اس کی سنگینی کا عالم یہ تھا کہ وحشی درندے بھی گھبرا کر انسانوں کے پاس پناہ لیتے تھے۔"

سیدنا عمرؓ کی کیفیت:

جو لوگ رزق خاک بننے سے بچ گئے ان کے رنگ بھوک کی شدت سے سیاہ پڑ گئے تھے۔ خود سیدنا عمرؓ نے بھی ایثار کا مظاہرہ کیا اور گوشت گھی دودھ وغیرہ چھوڑ دیا۔ اس سے آپ کا رنگ بھی کالا ہو گیا۔ امام ابن ہبۃ اللہؒ (متوفی ۵۷۱ھ) نے لکھا ہے:

"وکان عمر بن الخطاب شدید البیاض وکان یاکل السمن واللبن فلما امحل الناس حرمهما علی نفسه عام الرمادة قال والله لا اکلهما حتی یخصب الناس وکان یاکل الزیت حتی تغیر لونه"۳۸

"سیدنا عمر بن خطابؓ کی رنگت انتہائی سفید تھی۔ آپؓ گھی اور دودھ استعمال کرتے تھے لیکن جب لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے تو "عام الرمادۃ" میں سیدنا عمرؓ نے ان دونوں چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور فرمایا: میں اس وقت تک دودھ اور مکھن نہیں کھاؤں گا جب تک لوگ خوشحال نہیں ہو جاتے اور ان میں اشیائے خورد و نوش کی ارزانی نہیں ہو جاتی۔ اس کے بعد انہوں نے روغن زیتون کھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کی رنگت تبدیل ہو گئی۔"

امام فسویؒ (متوفی ۲۹۰ھ) نے "المعرفۃ التاریخ" میں تحریر کیا ہے:

"سیدنا عمرؓ انتہائی سرخ و سپید تھے لیکن زمانہ قحط میں انہوں نے گوشت اور گھی چھوڑ کر زیتون کا تیل استعمال کرنا شروع کر دیا تھا، جس سے ان کی رنگت میں تغیر واقع ہو گیا تھا۔"۳۹

قحط کے سلسلے میں سیدنا عمرؓ اس قدر پریشان تھے کہ ان کے غلام اسلم فرماتے ہیں:

"ہمیں اندیشہ تھا کہ اگر قحط کا خاتمہ نہ ہوا تو سیدنا عمرؓ شدت غم سے انتقال کر جائیں گے۔"۴۰

قحط سے نمٹنے کے لیے سیدنا عمرؓ کی حکمت عملی:

اس ہلاکت آفرین قحط سے نمٹنے کے لیے سیدنا عمرؓ نے متعدد اقدامات کیے:

☆ بیع صرف: چاندی یا سونے کی بیع چاندی یا سونے کے بدلے میں ☆

ا۔مختلف علاقوں کے حکام کو خطوط لکھے کہ وہ اہل حجاز کے لیے غلہ وغیرہ کی صورت میں امداد روانہ کریں۔
امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"و کتب الی امراء الامصار ان اغیثوا اهل المدینة و من حولها فانه قد بلغ جهدهم"[۴۱]

''سیدنا عمرؓ نے مختلف علاقوں کے امراء کو خط لکھا کہ وہ اہل مدینہ اور دیگر قحط زدگان کے لیے امداد روانہ کریں کیونکہ وہ سخت مصیبت و مشقت میں مبتلا ہیں۔''

چنانچہ علامہ ابن خلدونؒ (متوفی ۸۰۸ھ) کے حسب تصریح سیدنا ابوعبیدؓ چار ہزار اونٹ غلے کے لے کے مدینہ پہنچے اور سیدنا عمرو بن العاصؓ نے بحر قلزم کے راستے مصر سے غلہ بھیجا۔[۴۲]

۲۔سیدنا عمرؓ نے کھاتے پیتے گھرانوں میں فقراء اور مساکین کے کھانے کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔
علامہ ابن رجبؒ (متوفی ۷۹۵ھ) نے لکھا ہے:

"و کان عمر فی عام الرمادة یدخل علی اهل البیت من المسلمین مثلهم ویقول: لن یهلك امرو و عنده نصف قوته"[۴۳]

''ع ام ال رم اد ۃ'' کے دوران سیدنا عمرؓ مسلمانوں کے ہر گھر میں اتنے افراد بھیج دیتے تھے جتنے افراد پہلے وہاں موجود ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ انسان آدھی غذا سے ہلاک نہیں ہوتا۔''

یعنی ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لیے کافی ہے۔آپؓ کا یہ عمل حدیث رسول ﷺ کے مطابق ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الاربعة وطعام الاربعة یکفی الثمانیة)[۴۴]

''ایک فرد کا کھانا دو کے لیے کافی ہے دو کا چار کے لیے اور چار کا کھانا آٹھ افراد کے لیے کفایت کرتا ہے۔''

علامہ ابن رجبؒ (متوفی ۷۹۵ھ) کے مطابق سیدنا عمرؓ کا یہ اقدام اسی حدیث نبوی سے ماخوذ ہے۔[۴۵]

۳۔سیدنا عمرؓ نے لوگوں پر تخفیف کرتے ہوئے قحط کے سال زکوۃ وصول نہیں کی کہ لوگوں کے پاس پہلے ہی کھانے کے لیے کچھ نہ تھا زکوۃ کیسے دیتے۔امام بغویؒ (متوفی ۵۱۶ھ) لکھتے ہیں:

☆بیع تعاطی: بیع (ایجاب قبول کیے بغیر قیمت دے کر مبیعہ لے لینا) ☆

"ان عمر ﷺ اخر الصدقة عام الرمادة فلما احيا الناس فی العام المقبل اخذ منهم صدقة عامين"۴۶

''سیدنا عمرؓ نے ''ع ام ال رم ادۃ'' میں زکوۃ مؤخر کردی' پھر جب آئندہ برس لوگوں کی حالت بہتر ہوئی تو ان سے دو سال کی زکوۃ وصول کی۔''

۴۔خود سیدنا عمرؓ مدینہ کے لوگوں میں راشن تقسیم کرتے اور اپنی نگرانی میں بھوکوں کو کھانا کھلاتے ۔مولانا شبلی نعمانیؒ (متوفی ۱۹۱۴م) نے لکھا ہے:

''ہر روز بیس اونٹ ذبح کر کے پکواتے اور لوگوں کو کھلاتے۔''۴۷۔(جاری ہے)

حواشی

۱۔صبحی محمصانی' ڈاکٹر' فلسفہ شریعت اسلام: ص ۲۱۷۔۲۲۲' مترجم مولوی محمد احمد رضوی' ترقی ادب' لاہور' ۱۹۹۶ء

۲۔ندوی' محمد حنیف' مولانا' مسئلہ اجتہاد: ص ۲۰۱۔۲۰۴' ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور' ۱۹۹۴ء

۳۔امینی' محمد تقی' مولانا' احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت: ص ۱۷۷۔۳۰۴' الفیصل ناشران وتاجران کتب' لاہور' ۲۰۰۷ء

۴۔پھلواروی' شاہ محمد جعفر' مولانا' اجتہادی مسائل: ص ۹۔۱۰' ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور' طبع چہارم' ۱۹۹۹ء

۵۔یعقوب شاہ' قوانین اسلامی کے نفاذ کا مسئلہ: ص ۱۲۲۔۲۷۸' ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور' ۲۰۰۸ء

۶۔پرویز' غلام احمد' شاہکار رسالت: ص ۲۷۸۔۲۸۱' طلوع اسلام ٹرسٹ' لاہور' ۱۹۹۹ء

۷۔شاہکار رسالت: ص ۲۸۰

۸۔مسئلہ اجتہاد: ص ۲۰۲

۹۔احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت: ص ۱۸۶

۱۰۔مودودی' ابوالاعلیٰ' سید' سنت کی آئینی حیثیت: ص ۱۸۳' اسلامک پبلیکیشنز' لاہور' ۲۰۰۳ء

۱۱۔ندوی' محمد مجیب اللہ' اجتہاد اور تبدیلی احکام: ص ۹۱' مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ' لائبریری' لاہور

۱۲۔البخاری' ابوعبداللہ' محمد بن اسماعیل' صحیح البخاری' کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها' باب فضل المنیحۃ: ۲۶۳۰' دارالسلام للنشر والتوزیع' الریاض' الطبعۃ الثانیۃ' ۱۹۹۹م

۱۳۔باشمیل' محمد احمد' موسوعۃ الغزوات الکبری' غزوۃ احد: ص ۲۲۶۔۲۳۱' المکتبۃ السلفیۃ' القاہرۃ' الطبعۃ

☆بیع ضربۃ القانص: شکار کا ایک یا دو مرتبہ جال پھینکنے کو فروخت کرنا۔(ھدایہ)

الخامسة'۱۴۰۶ھ۔

۱۴۔اجتہاد وتبدیلی احکام:ص۹۱

۱۵۔السجستانی'ابوداؤد'سلیمان بن الاشعث'سنن ابی داؤد'کتاب الخراج والامارة والفیی'باب فی صفایارسول اللہ ﷺ من الاموال :۲۹۶۷'قال الالبانی ھذا الحدیث حسن الاسناد'دارالسلام للنشر والتوزیع 'الریاض'الطبعۃ الاولی'۱۹۹۹م

۱۶۔البلاذری'احمد بن یحیی بن جابر'فتوح البدان:۱/۳۱'دارومکتبۃ الھلال'بیروت'الطبعۃ الاولی'۱۹۸۸م

۱۷۔سنن ابی داؤد'کتاب الخراج والامارة والفیی'باب ماجاء فی حکم ارض خیبر:۳۰۱۰'قال الالبانی ھذا الحدث حسن صحیح

۱۸۔فتوح البلدان:۱/۳۸

۱۹۔سورۃ الحشر:۵۹:۷

۲۰۔سورۃ الحشر:۵۹:۷

۲۱۔الجصاص'احمد بن علی'احکام القرآن:۳/۵۷۵'دارالکتب العلمیۃ'بیروت'الطبعۃ الاولی'۱۹۹۴م

۲۲۔الجصاص'احکام القرآن:۵/۳۱۹

۲۳۔شاہکاررسالت:ص۲۷۹

۲۴۔سورۃ المائدۃ:۵:۳۸

۲۵۔احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت:ص۱۸۲

۲۶۔مسئلہ اجتہاد:ص۲۰۳

۲۷۔اجتہاد مسائل:ص۲۰

۲۸۔ابن کثیر'ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر'البدایۃ والنھایۃ:۷/۶۷'دارھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع'الطبعۃ الاولی'۱۹۹۷م

۲۹۔سورۃ المائدۃ:۵:۳۸

۳۰۔یوسف'صلاح الدین'حافظ'تفسیر احسن البیان:ص۳۰۲'دارالسلام پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز'لاہور'طبع چہارم'۱۹۹۸ء

۳۱۔الترمذی'ابوعیسیٰ'محمد بن عیسی'جامع الترمذی'کتاب الحدود'باب ماجاء فی درء الحدود:۱۴۲۴'قال الالبانی ھذا الحدیث ضعیف'دارالسلام للنشر والتوزیع'الریاض'الطبعۃ الاولی'۱۹۹۹م

۳۲۔الزیلعی'جمال الدین'ابومحمد عبداللہ بن یوسف'نصب الرایۃ لاحادیث

☆ثمن:وہ مقدار جس پر عاقدین رضامند ہو جائیں خواہ وہ قیمت سے زائد ہو یا کم☆

الھدایۃ: ۳/ ۳۳۳ ٗمؤسسۃ الریان للطباعۃ والنشر ٗبیروت ٗالطبعۃ الاولی ٗ۱۹۹۷م
۳۳۔سنن ابی داؤد ٗکتاب الحدود ٗباب مالاقطع فیہ: ۴۳۸۸ ٗقال الالبانی ھذا الحدیث صحیح
۳۴۔سنن ابی داؤد ٗکتاب الحدود ٗباب مالاقطع فیہ: ۴۳۹۰ ٗقال الالبانی ھذا الحدیث حسن
۳۵۔القزوینی ٗابوعبداللہ محمد بن یزید ٗسنن ابن ماجۃ ٗکتاب التجارات ٗباب من مرعلی ماشیۃ قوم اوحائط ھل یصیب منہ: ۲۲۹۸ ٗقال الالبانی ھذا الحدیث صحیح ٗدارالسلام للنشر والتوزیع ٗالریاض ٗالطبعۃ الاولی ٗ۱۹۹۹م
۳۶۔ابن الاثیر ٗمجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد ٗالنھایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ۲/ ۲۶۲ ٗالمکتبۃ العلمیۃ ٗبیروت ٗالطبعۃ الاولی ٗ۱۳۹۹ھ۔
۳۷۔العینی ٗبدر الدین ٗابومحمد محمود ٗعمدۃ القاری: ۷/ ۴ ٗدارالکتب العلمیۃ ٗالطبعۃ الاولی ٗ۱۴۲۱ھ
۳۸۔البغدادی ٗابوعبید القاسم بن سلام ٗغریب الحدیث: ۳/ ۲۱۲ ٗمطبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیۃ ٗحیدرآباد ٗالطبعۃ الاولی ٗ۱۹۶۴م
۳۹۔البدایۃ والنھایۃ: ۷/ ۱۰۴
۴۰۔ابن عساکر ٗابوالقاسم علی بن الحسن ٗتاریخ دمشق: ۴۴/ ۱۸ ٗدارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع ٗعام النشر ٗ۱۹۹۵م
۴۱۔الفسوی ٗیعقوب بن سفیان ٗالمعرفۃ والتاریخ: ۳/ ۳۰۸ ٗمؤسسۃ الرسالۃ ٗبیروت ٗالطبعۃ الثانیۃ ٗ۱۹۸۱م
۴۲۔الذھبی ٗشمس الدین ابوعبداللہ ٗتاریخ الاسلام ووفیات المشاھیر والاعلام: ۱/ ۷۹۶ ٗدارالغرب الاسلامی ٗالطبعۃ الاولی ٗ۲۰۰۳م
۴۳۔البدایۃ والنھایۃ: ۷/ ۱۰۴
۴۴۔ابن خلدون ٗعبدالرحمن بن محمد بن محمد ٗتاریخ ابن خلدون: ۲/ ۱۱۴ ٗدارالفکر ٗبیروت ٗالطبعۃ الثانیۃ ٗ۱۹۸۸م
۴۵۔ابن رجب ٗزین الدین ٗعبدالرحمن بن احمد ٗفتح الباری شرح صحیح البخاری: ۵/ ۱۶۷ ٗمکتبۃ الغرباء الاثریۃ ٗالمدینۃ النبویۃ ٗالطبعۃ الاولی ٗ۱۹۹۶م
۴۶۔النیسابوری ٗمسلم بن الحجاج القشیری ٗصحیح مسلم ٗکتاب الاشربۃ ٗباب فضیلۃ المواساۃ فی الطعام القلیل: ۲۰۵۹ ٗدارالسلام للنشر والتوزیع ٗالریاض ٗالطبعۃ الاولی ٗ۱۹۹۸م
۴۷۔فتح الباری لابن رجب: ۳/ ۳۸۴